رئیس احمد جعفری

تاثرات

مسلمانوں میں فرقہ آرائی تحزب اور افتراق باہمی پہلے ہی سے کچھ کم نہیں ہے۔ اکابر امت اور مصلحین ملت کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان آپس میں متحد ہوں۔ مابہ الاختلاف چیزوں کو حتی الامکان نظر انداز کیا جائے۔ مشترک اور متفق علیہ امور کو بنیاد و اساس قرار دے کر ملت اسلامیہ کا کارواں سبک سیر و زمین گیر پھر عروج و فروغ کی منزلِ مقصود تک بڑھے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان مساعی کے مقابلہ میں وہ کوششیں زیادہ بارآور ہوتی ہیں جو افتراق و اختلافِ باہمی کی خلیج کو وسیع کرنے والی ہوں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو متحد کرنے والی، انہیں شانہ بہ شانہ آمادۂ عمل کرنے والی، اور دوش بدوش ملتِ اسلامیہ کو مستحکم کرنے والی کوششیں تو مشکل سے کامیاب ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں اختلاف پیدا کرنے والی بالکل ذاتی کوششیں بھی اجتماعی فتنہ و فساد اور ہنگامہ آرائی کا سبب بن جاتی ہیں۔ "خلافت معاویہ و یزید" نامی کتاب محض ایک شخص کی نادانی و کج فہمی کا کرشمہ ہے۔ جس کے پس پشت کوئی تنظیم نہیں، کوئی جماعت نہیں، کوئی تحریک نہیں اور اس کتاب کو اور اس کے فساد انگیز مندرجات کو نظر انداز کر دینا ہی قرین صواب تھا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ اور مصنف تو گوشۂ اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ لیکن فریقین

من وگرز و میدان و افراسیاب

کا نعرہ لگاتے میدان میں اتر آئے۔

اس کتاب کا مقصدِ تصنیف اگر یہ تھا کہ مسلمانوں میں افتراق، ہنگامہ آرائی، فتنہ و فساد، دشنام طرازی، اور "آپس میں گالیاں ہیں غیروں میں تالیاں ہیں" کا منظر ایک مرتبہ دنیا پھر دیکھ لے تو ماننا پڑے گا کہ مصنف اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوگیا۔ کیونکہ اس کتاب کے جواب میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ بھی ایسی ہی شر انگیز ثابت ہوئیں اور مسلمان افتراق و انتشار پیدا کرنے والے ایک نئے فتنے کا شکار ہو گئے۔ افسوس ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے بعض حلقوں میں اسے ایک تحقیقی کام سمجھا گیا۔ اور ایک بزرگ تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ اس کتاب کے مندرجات کا جائزہ لینے کے لیے ایک مجلس تحقیقات قائم کرنے کا مطالبہ تک کر دیا۔

جو لوگ اسے تحقیق کا شاہکار قرار دے رہے ہیں انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جو شخص آنکھ بند کر کے ہر

تاریخ کو جھوٹ کا طومار قرار دے سکتا ہے۔ جو ہر بڑے مصنف پر کم فہمی تعصّب، اور نادانی کا الزام لگا سکتا ہے لیکن اپنے مطلب کے حوالے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ اسی "جھوٹ کے طومار" سے دیتا ہے۔ جو اپنے مقصد کے خلاف تمام مستند کتبِ تاریخ کو حرفِ غلط قرار دیتا ہے لیکن حسبِ ضرورت آغانی تک کے حوالے دینے سے نہیں چوکتا اس کی تحقیقات کو کس طرح درست مانا جا سکتا ہے؟ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ جو شخص لامنس کو "محقق" کا خطاب دے سکتا ہے وہ خود کس قسم کا "محقق" ہوگا۔ کون نہیں جانتا کہ لامنس ایک دریدہ دہن، یاوہ گو اور شاتمِ رسولؐ مستشرق ہے۔ اور اس کتاب کی تحقیق سے مرعوب ہونے والے اصحاب نے یہ بھی نہ سوچا کہ بعض مستشرقین نے عام طور پر اور لامنس نے خاص طور پر تحقیق کے نام سے کذب و افترا کے جو مجموعے تیار کئے ہیں، انہوں نے اپنے ملہم بالغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ بلکہ خلافت معاویہ و یزید کے مصنف کی طرح "تاریخ اسلام" ہی کے صفحات سے اپنی تحقیق کا قصرِ فلک نما تعمیر کیا ہے۔ یعنی جہاں چاہا غلط ترجمہ کر دیا۔ جہاں چاہا سیاق و سباق کو نظر انداز کر دیا۔ جہاں چاہا زید کا قول خالد سے منسوب کر دیا۔ جہاں چاہا خالد کی ٹوپی زید کے سر پر رکھ دی۔ عرب مؤرخین قاری کی قوت مدرکہ و اخذ و استنباط اور ملکۂ نقد و نظر پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی تاریخوں میں صحیح اور غلط، قابلِ اعتماد اور ناقابلِ یقین، ہر طرح کے واقعات سلسلۂ اسناد کے ساتھ درج کر دیتے ہیں۔ انہی کتابوں کو سامنے رکھ کر وہ کتابیں بھی لکھی جا سکتی ہیں جو شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، اور شاہ معین الدین ندوی وغیرہ کے قلم سے نکلی ہیں۔ اور انہی کتابوں کو سامنے رکھ کر وہ داستانِ طلسمِ ہوش ربا بھی تیار کی جا سکتی ہے جو عباسی صاحب نے پیش کی ہے۔

یہ تصنیف ایک شخص کی نہایت دل آزار، لیکن سراسر ذاتی اپج تھی اور چند لوگوں نے سادہ لوحی سے اسے اچھالا بھی۔ لیکن مجموعی حیثیت سے سنیوں نے اس کتاب کی مذمت کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ پاکستان میں یہ کتاب ممنوع کر دی گئی۔ جمعیۃ علماء نے، اربابِ صحافت نے، اصحابِ علم نے اسے سخت ناپسندیدہ قرار دیا۔ ہندوستان میں مولانا طیب صاحب مہتمم دیوبند نے، مہتمم صاحب مظاہر العلوم نے۔ مسجد فتحپوری دہلی کے امام نے، رسالۂ معارف اور دیگر جرائد نے اس پر سخت و تند نکتہ چینی کی۔ گویا اجتماعی حیثیت سے سنیوں نے نہ صرف اسے پسند نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف محاذ بھی قائم کیا، اور یہ جذبہ یقیناً قابلِ قدر تھا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض حلقوں نے اس جذبہ کی قدر نہ کی اور کئی لوگوں نے انفرادی حیثیت میں نہیں اجتماعی طور پر جو جوابات لکھے وہ نہایت تکلیف دہ اور افسوس ناک ہیں۔ چنانچہ لکھنؤ سے "خلافتِ معاویہ" کے نام سے جو کتاب شائع ہوئی ہے، وہ اپنے لب و لہجہ، دشنام طرازی اور مفہوم و معنیٰ کے اعتبار سے حد درجہ

گمراہ کن بھی ہے۔ اور تکلیف دہ بھی اور تحقیق کے دامن پر یہ کتاب بھی ایک بدنما دھبہ ہے۔ اس وقت یورش اسلام پر ہو رہی ہے اور اسلام کسی ایک فرقہ کا نہیں ہے۔ مختلف فرقوں کو آپس میں لڑنے کے بجائے اسلام کے لیے سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔ اس وقت مسلمان نرغہ میں ہیں۔ سنّی بھی مسلمان ہیں اور شیعہ بھی اور ایک مسلمان کی حیثیت سے انہیں "رحماء بینھم" کا نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ اگرچہ بعض غیر بنیادی مسائل میں مختلف فرقوں کا اختلاف صدیوں سے چلا آرہا ہے، لیکن اس اختلاف کے باوجود تمام فرقوں نے اسلام کی خدمت کی ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ کے لیے سینہ سپر ہو کر مشترک طور پر کام کیا ہے۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ پاکستان کے لیے ملتِ اسلامیہ نے جب سر دھڑ کی بازی لگا دی تو ہر فرقہ کے مسلمانوں نے پورے جوش و خروش، ایثار و قربانی اور وحدتِ کلمہ کے ساتھ حصہ لیا۔ قائدِ اعظم پوری ملت کے محبوب ترین رہنما بن گئے کیونکہ انہوں نے اسلام کے مفاد کو ہر چیز پر ہمیشہ ترجیح دی۔ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے لیکن سب سے پہلے مسلمان ہے۔

اگر کوئی شخص مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا چاہتا ہے، مختلف فرقوں میں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتا ہے تو ان فرقوں کو عقل سے کام لینا اور آپس میں لڑنے کے بجائے اور زیادہ متحد ہو کر دشمن کی چال کو ناکام بنا دینا چاہیے۔